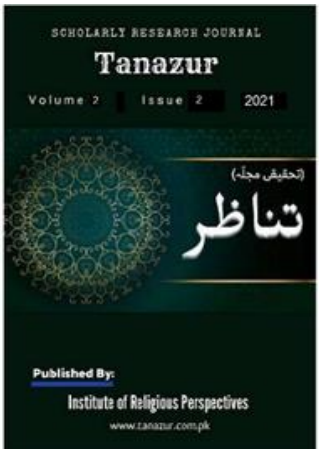

Tanāẓur
Volume: 2, Issue: 2, July-December: 2021
Homepage: http://tanazur.com.pk/index.php/tanazur/index

Article:

صحافیانہ اخلاقیات اور معاصر ابلاغی مسائل: شرعی اور فقہی تناظر

Journalism ethics and contemporary media issues in Shariah and Fiqh Perspective

Author(s) & Affiliation:

Dr. Muhammad Samiullah Fraz
Assistant Professor, Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Lahore
Email: muhammad.samiullah@umt.edu.pk

Muhammad Junaid Anwar
Research Scholar, Institute of Islamic Studies, Punjab University, Lahore
Email: djaafaqi@googlemail.com

Published: July-December: 2021

Citation: Fraz, Dr. Muhammad Samiullah and Muhammad Junaid Anwar, " Journalism ethics and contemporary media issues in Shariah and Fiqh Perspective." Tanāẓur, 2, no.2, July-December (2021): 47– 64.

Publisher Information: Institute of Religious Perspectives, Lahore Pakistan

صحافیانہ اخلاقیات اور معاصر ابلاغی مسائل: شرعی اور فقہی تناظر

Journalism ethics and contemporary media issues in Shariah and Fiqh Perspective

Abstract:

In practice today there is no specific journalistic code of ethics based on the principles of Islam, and few scholars have attempted to define an Islamic framework for mass media ethics.10 However, their thinking did not go beyond academic discussions. That is why the Muslim Ummah of more than one billion has no control over sources of information and the way it wants to disseminate news despite having more than 600 daily newspapers, about 1500 weeklies, 1200 monthly news and views magazines, and about 500 miscellaneous Muslim publications.11 It is difficult for a researcher to find a well-defined Islamic code of journalistic ethics. One can find press codes in Pakistan, Turkey, Indonesia, Egypt, maybe in Iran, and a few more Muslim countries, but most of these reflect, to a great extent, the same secular bias that is part of the existing code of ethics in most other countries. The first Asian Islamic Conference organized by the Mecca-based World Muslim League in Karachi, Pakistan, in 1978 decided that co-ordination should be developed between Muslim journalists to offset and counter the Western monopoly of the mass media and its anti-Islamic propaganda. This article tries to shape the basic ethics for professional journalism in the light of sharia and Islamic Jurisprudence as well as presenting the contemporary fatwas in this regard.

Keywords: Journalism, Media Ethics, Media, Journalism and Jurisprudence.

تعارف:

اللہ رب العزت نے جو خالق حقیقی اور مہربان ذات ہے اس نے انسان کو دنیا میں بھیجتے وقت اس کی ہر ضرورت کا اہتمام فرمایا انسان کو ان تمام نعمتوں سے نوازے جو اظہار بیاں کیلئے ضروری تھیں۔ اسے بولنا سکھایا، تحریر کے لئے اس کے ہاتھ میں قلم تھمایا، اسے سوچنے کی صلاحیت دے کر جانوروں سے نمایاں و ممتاز کیا۔ اسے مختلف آلات کے بنانے اور استعمال کرنے کی صلاحیت سے نواز۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ [1] رحمٰن ہی نے۔ قرآن سکھایا۔ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ اسے بولنا سکھایا۔ علامہ سید محمود آلوسی نے " عَلَّمَهُ الْبَيَانَ " کی وضاحت میں کئی اقوال درج کیے ہیں "ضحاک کہتے ہیں کہ بیان سکھانے سے مراد خیر و شر کی طرف رہنمائی ہے۔ ابن جریج نے اس سے سبیل الھدی و سبیل الضلالۃ مراد لیا ہے۔ جبکہ یمان کا کہنا ہے کہ اس سے مراد کتابت اور اس سے متعلقہ تمام اشیاء ہیں۔ انہوں نے بیان تھے مراد قرآن مجید میں لیا ہے۔ قتادہ لکھتے ہیں اس سے مراد علم الدنیا والاخرۃ ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بیان سے مراد تمام اشیاء کے نام ہیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے۔ "التکلم بلغات کثیرۃ" مراد ہے۔ اور بعض نے اس سے مراد "المنطق الفصیح المعرب عمافی الضمیر" لیا ہے۔ [2] ابلاغ کے ذرائع و اسباب کا جائزہ لیا جائے تو ان میں سے، قلم، ذرائع ابلاغ میں انتہائی معتبر ذریعہ ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت انے اس

---

1 الرحمن 55:1-4

2 آلوسی، سید محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، دار الفکر، ج ۱۰، ص: ۱۱۹

کی قسم کھائی ہے۔﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ﴾[3] ن، قلم کی قسم ہے اور اس کی جو اس سے لکھتے ہیں۔﴿اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۔عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾[4] جس نے قلم سے سکھایا۔ انسان کو سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾[5] کہہ دیجئے کہ اے میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کے لیے سمندر سیاہی بن جائے تو وہ بھی میرے رب کی باتوں سے ختم ہونے سے پہلے ختم ہو جائے گی گو ہم اس جیسا اور بھی اس کی مدد میں لے آئیں۔﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾[6] اور اگر زمین میں جو درخت ہیں وہ سب قلم ہو جائیں اور دریا سیاہی اس کے بعد اس دریا میں سات اور دریا سیاہی کے آملیں تو بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں، بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں:

> ”حکومت نبوی کے انتظامی کارپردازوں میقات بین بیوی کو بڑی اہمیت حاصل تھی کہ وہ وحی الٰہی جو قانون اسلامی کا اولین و اہم ترین سرچشمہ تھا کہ علاوہ معاہدات و خطوط و فرامین کے لکھنے والے اور اور نبوی انتظامیہ کے سیکرٹری تھے۔ متعدد مؤرخین اور مصنفین کے یہاں ان کی تعداد مختلف ہے ہماری تحقیق و جستجو کے مطابق ان کی کم از کم تعداد پینتالیس تھی۔ امکان یہ ہے کہ ان کی تعداد اس سے کہیں زیادہ رہی ہوگی۔“[7]

اللہ رب العزت نے نبی بھیجنے کے ساتھ ساتھ ابلاغ کے لیے نقباء کا تقرر کیا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔﴿وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِيْبًا﴾[8] ”اور بے شک اللہ نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا تھا اور ہم نے اس میں بارہ سردار مقرر کیے تھے“ یعنی ان کے قبیلوں کے سردار مقرر کر دیئے تاکہ وہ ان کی بیعت کر کے اللہ، اس کے رسول اور اس کی کتاب کی باتوں کو سن کر اطاعت بجالانے کا عہد کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، محمد بن اسحاق اور کی ایک آئمہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت موسی علیہ السلام جابر و سرکش لوگوں سے جہاد کر رہے تھے تو آپ کو حکم دیا گیا تھا کہ ہر خاندان سے ایک ایک سردار مقرر کر دیں۔“[9] اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ کی رات جب انصار سے بیعت لی تو ان کے بھی بارہ نقیب مقرر کیے تھے۔ جن میں تین اوس میں سے تھے کعب بن مالک نے اپنے اشعار میں بھی ان کا ذکر کیا ہے اور ابن اسحاق بھی یہ اشعار لائے ہیں۔[10] پیغام کی ترسیل کا ایک اہم ذریعہ سفراء و قاصد بھی تھے۔ ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں: ”سفیران نبوی کا طبقہ احکام نبوی، حکمت عملی اور انتظامیہ کا ایک اہم حصہ تھا۔ موقع محل کی موزونیت ایک اضافی صفت تھی۔ دور

---

3 القلم ۶۸:۱

4 العلق ۹۶:۴۔۵

5 الکھف ۱۸:۱۰۹

6 لقمن ۳۱:۲۷

7 یاسین مظہر صدیقی، ڈاکٹر، عہد نبوی کا نظام حکومت، ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، علی گڑھ، ۱۹۹۴ء، ص ۲۳

8 المائدہ ۵:۱۲

9 طبری، جعفر ابن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۷ھ، ج ۶، ص: ۲۰۴۔۲۰۵

10 ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، اسماء النقباء، ج ۲، ص ۴۴۳۔۴۴۵

جدید کے ایک عرب عالم کتانی میں نبوی سفیروں کو ان کے کاموں اور فرائض کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ چنانچہ کچھ سفیر تبلیغ اسلام کے لیے بھیجے گئے تھے۔ تو کچھ دوسرے صلح کے معاہدے کرنے کے لئے۔ بعض نے لوگوں کو امان دی تھی تو بعض لوگوں نے غیر ممالک سے مسلم طبقات کی واپسی کا انتظام کیا تھا۔ بعض نے تحائف پہنچائے بعض دوسروں نے کافروں کو ان کے کفر کے برائے نتائج سے آگاہ کیا تھا۔"[11] مشہور روایت ہے کہ صلح حدیبیہ کے معابعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض پڑوسی سلاطین اور ان کے عرب باجگزاروں کے پاس کی سفارتی تبلیغ اسلام اور سیاسی مفاہمت کے لیے روانہ کی تھیں۔ یہ سفیر حضرت دحیہ کلبی، عبداللہ بن حذافہ سہمی، عمرو بن امیہ ضمری، حاطب بن بلتعہ لخمی، شجاع بن وہب اسدی اور حارث بن عمیر ازدی تھے جو بالترتیب رومی شہنشاہ ہرقل، ایرانی شہنشاہ خسرو پرویز، نجاشی حبشہ اصحمہ، مقوقس مصر، شاہ تخوم شام اور حارث بن عمیر غسانی شاہ بصریٰ کے دربار میں اسلام کا پیغام لے کر گئے تھے۔[12] کل سفیران نبوی جن کے نام کتب تاریخ وسیر میں اب تک مل سکے ہیں انتالیس ہیں جبکہ ان کی تقریروں کی کل تعداد تینتالیس ہے یعنی حضرات نے ایک سے زیادہ مرتبہ یہ خدمت انجام دی ہے۔[13] قرون وسطیٰ کے عرب میں شعر و خطابت کو ایک اعلیٰ مقام حاصل تھا کہ وہ ابلاغ و ترسیل کے دو طاقتور اور مؤثر ترین ذرائع تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سبب سے شعراء خطباء کی صلاحیتوں کو اسلام اور ریاست کے مفادات کے تحفظ کے لئے استعمال کیا تھا۔ خطابت تو خود جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ذاتی صفت تھی تاہم ایک موقع پر آپ ﷺ نے ثابت بن قیس بن شماس خزرجی سے بھی یہ خدمت لی تھی۔ آپ ﷺ کے مستقل شعراء حضرت حسان بن ثابت خزرجی، کعب بن مالک خزرجی اور عبداللہ بن رواحہ خزرجی تھے۔[14]

اللہ تعالیٰ نے ابلاغ کا یہ ذریعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ[15]

سلیمان نے پرندوں کا جائزہ لیا اور کہا کیا بات ہے کہ میں فلاں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟ میں اسے سخت سزا دوں گا، یا ذبح کر دوں گا، ورنہ اسے میرے سامنے معقول وجہ پیش کرنی ہو گی۔ کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کے اس نے آکر کہا۔ میں نے وہ معلومات حاصل کی ہیں جو آپ کے علم میں نہیں ہیں۔ میں سبا کے متعلق یقینی اطلاعات لے کر آیا ہوں۔ میں نے وہاں ایک عورت دیکھی جو اس قوم کی

---

11 کتانی، ۱/۱۹۴۔۲۰۱ بحوالہ یاسین مظہر صدیقی، عہد نبوی کا نظامِ حکومت، ادارہ تحقیق و تصنیف، علی گڑھ، انڈیا، ص: ۲۳

12 ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج ۳، ص: ۶۰۷۔ ابن اسحاق، ج ۵، ص ۶۵۲

13 یاسین مظہر صدیقی، عہد نبوی کا نظام حکومت، ص ۲۵

14 ابن اسحاق، ج ۵، ص: ۱۷۴ ابن سعد، ج ۱، ص: ۲۹۴

15 النمل 27:24-20

حکمران ہے۔اس کو ہر طرح کا سروسامان بخشا گیا ہے اور اس کا تخت بڑا عظیم الشان ہے۔میں دیکھا وہ اور اس
کی قوم اللہ کے بجائے سورج کے آگے سجدہ کرتی ہے

یہ تو حضرت سلیمان پر خصوصی کرم تھا تاہم عمومی طور پر بھی پرندوں سے ابلاغ کا کام لیا جاتا رہا بعض ادوار میں خطوط کی ترسیل کا ذریعہ کبوتر رہے ہیں۔تجاری سفر بھی ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک معلومات پہچانے کا ایک اچھا ذریعہ بنتے ہیں۔ارشاد باری تعالی ہے۔لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ اِیْلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ [16] لیاقت علی نیازی لکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے دور مبارکہ میں تجارت بھی دیگر اقوام سے رابطے اور ان کو خبریں فراہم کرنے اور ان کے کلچر کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کا اہم ذریعہ تھا۔[17]

موجودہ ذرائع ابلاغ اسلامی تناظر میں

ریڈیو (Radio) ٹیلی ویژن (Television) انٹرنیٹ (Internet) واٹس ایپ (Whats App) ٹوئٹر (Twitter) فیس بک (Facebook) ٹیلی گرام (Telegram) انسٹا گرام (Instragram) میسنجر (Messenger) وغیرہ موجودہ عہد کی پیداوار ہیں؛اس لیے کتب فقہ و فتاویٰ میں اس کا صراحۃ ذکر نہیں ہے؛ مگر اصول شرع کی روشنی میں اس کا حکم شرعی معلوم کرنا ممکن ہے۔یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ آلات و وسائل بذات خود مقصود نہیں ہوتے اور نہ ان کے نفس وجود پر حکم شرعی لگایا جاسکتا ہے؛بلکہ حکم کا دارومدار اس کے استعمال پر ہوتا ہے،اگر اُسے صحیح کاموں اور دینی مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے اور منکرات اور غیر شرعی حرکات وافعال سے اجتناب کیا جائے تو اس کا استعمال شرعا درست اور صحیح ہوگا اور اگر اُسے غلط کاموں یا غیر دینی مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے یا اس کے استعمال میں منکرات و فواحش اور غیر شرعی حرکات وافعال کا ارتکاب لازم آتا ہو تو پھر اس کا استعمال غلط اور ناجائز ہوگا۔اس لیے انٹرنیٹ اور اس قسم کے دیگر ترقی یافتہ نظام کو دینی تعلیمات کی نشرواشاعت اور آداب واحکام میڈیا خواہ پرنٹ ہو یا الیکٹرانک اس میں درج ذیل امور کی رعایت ضروری ہے۔

۱ - خبروں کی بنیاد تحقیق اور حوالہ پر رکھی جائے،بلا تحقیق اور بلا حوالہ خبریں شائع نہ کی جائیں۔

۲-کوئی بھی خبر یا کوئی بھی بات دل خراش انداز میں نہ پیش کی جائے۔

۳-کوئی بھی واقعہ جو کسی شخص کی مذمت و مصائب پر مشتمل ہو حجت شرعیہ کے بغیر نہ لکھا جائے۔

۴-اگر کسی کے نام سے موسوم ہو کر کبھی غلط مضمون شائع ہو جائے تو اگلے دن اس کی وضاحت کر دی جائے۔

۵-ایسی کتاب، میگزین،رسالہ وغیرہ جو دین کو نقصان پہنچائے،اس کی اشاعت نہ کی جائے۔

۶-ایسی چیز جو شرعا حرام ہو اس کی بھی اشاعت سے گریز کیا جائے۔

۷-اسلامی تعلیمات پر ہونے والی ہر طرح کی یلغار کا عالمانہ اور محققانہ جواب دیا جائے۔

۸ -پرنٹ میڈیا کا ایڈیٹر ایسا شخص ہونا چاہیے جو دیگر علوم کے ساتھ دینی علوم پر بھی عبور رکھتا ہو۔

الیکٹرانک میڈیا سے متعلق خصوصی احکام

الیکٹرانک میڈیا سے متعلق کچھ خصوصی احکام ہیں جن کی رعایت ہر ایک کو اور خاص طور سے نوجوان نسل کو ضروری ہے۔

---

16 قریش ۱۰۶:۲

17 لیاقت علی نیازی،اسلام کا قانونِ صحافت،بک ٹاک،میاں چیمبرز،لاہور،۱۹۹۵ء،ص:۱۱۶

۱۔ (چھوٹے بچوں کو جہاں تک ممکن ہو اس سے دور رکھا جائے؛ تاکہ ان کی پہنچ ایسی تصویروں تک نہ ہو جوان کے ذہن کو پراگندہ کردے یا قتل وظلم کے مناظر دیکھ کر ان میں مجرمانہ سوچ پیدا ہو جائے۔

۲۔ (طلبہ وطالبات اور نوجوانوں کو تعلیمی اور تعمیری مقاصد کے لیے ایک مختصر وقت اُن ذرائع سے استفادہ کے لیے مخصوص کرلینا چاہیے؛ کیوں کہ اس کا بہت زیادہ استعمال انسان کو وقت ضائع کرنے کا عادی بنادیتا ہے اور پیغامات کے تسلسل کی وجہ سے وہ بعض اچھی چیزوں کو بھی اتنی دیر تک دیکھنے کا خوگر ہو جاتا ہے کہ اصل کام سے اس کی توجہ ہٹ جاتی ہے، یہ بھی ایک طرح کا لہو ولعب ہے جس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ صحت کے نقطۂ نظر سے بھی نہایت نقصان دہ ہے۔

۳۔ (ایسی چیزیں دیکھنا، دکھانا، لکھنا اور پڑھنا حرام ہے، جو فحاشی اور بے حیائی کے دائرہ میں آتی ہوں، خواہ وہ تصویر کی شکل میں ہو یا آواز کی، تحریر کی شکل میں ہو یا کارٹون کی، شعر کی شکل میں ہو یا لطیفہ کی، ان سے اپنی حفاظت کرنا اس دور میں نوجوان کے لیے بہت بڑا جہاد اور ایک عظیم عبادت ہے۔

۴۔ (انٹرنیٹ پر اسلام اور پیغمبر اسلام، مسلمانوں کی تاریخ اور مقدس مقامات وشخصیات کے بارے میں ایسی نازیبا باتیں بھی آجاتی ہیں، جو بجا طور پر نوجوان تو کیا ہر مسلمان کے خون کو گرمادینے اور دل کو کھولا دینے کے لیے کافی ہیں؛ لیکن اس کے باوجود ہمیں صبر، سنجیدگی اور متانت سے کام لینا چاہیے اور ایسے جذباتی رد عمل کا اظہار نہیں کرنا چاہیے جو نفرت کو بڑھانے والا ہو، اگر ناشائستہ باتوں پر اس طرح کے کومنٹ (Comment) کئے گئے تو جو لوگ اسلام، امن اور انسانیت کے دشمن ہیں، ان کا مقصد پورا ہو جائے گا، اس کے بجائے علم کی روشنی میں مدلل اور سنجیدہ طریقہ پر ان کا جواب دینا اور ان کی بات پر ریمارک (Remark) کرنا چاہیے؛ کیوں کہ جذبات واشتعال سے وہ لوگ کام لیتے ہیں جن کے پاس دلیل کی قوت نہیں ہوتی، اور جن کے پاس دلیل کا ہتھیار موجود ہو ان کو بے برداشت ہونے کی ضرورت نہیں۔[18]

لہٰذا اگر کوئی ان اصول وآداب کی روشنی میں ان ذرائع کا استعمال کرے تو جائز ہے اور جہاں تک دینی مقاصد کے لیے ان ذرائع کے استعمال کی بات ہے تو یہ ایک امر مستحب اور مستحسن ہوگا اور ضرورت کے لحاظ سے کبھی اس کا استعمال ضروری بھی ہو جائے گا، اب ذمہ داری استعمال کرنے والوں کی ہے کہ وہ اس کو خیر کے کاموں میں استعمال کرے؛ تاکہ اس کے ذریعہ دنیا وآخرت کا فائدہ حاصل ہو سکے۔

چونکہ آج کل کے ذرائع ابلاغ کا زیادہ تر انحصار انٹرنیٹ پر ہے اس لئے انٹرنیٹ کے شرعی حکم کا بیان ضروری ہے۔ تاکہ شرعی اعتبار سے اس مسئلے کا احاطہ ہو سکے اور اس کی نوعیت شرعی سمجھنے میں آسانی ہو۔

انٹرنیٹ کا شرعی حکم

انٹرنیٹ کا حکم متعین کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ اس کا استعمال کن مقاصد کے لیے ہو رہا ہے، اگر جائز مقاصد میں اس کا استعمال ہو تو اس کا ستعمال جائز اور اس کی خرید وفروخت بھی جائز، اور اگر ناجائز کاموں میں اس کا استعمال ہو رہا ہو تو ناجائز وحرام ہے اور اس کی صنعت وحرفت اور خرید وفروخت بھی ناجائز ہے؛ مفتی محمد شفیع صاحبؒ (متوفی: ۱۳۹۶ھ) لکھتے ہیں:

> جو آلات جائز کاموں میں بھی استعمال ہوتے ہیں، ناجائز میں بھی، جیسے: جنگی اسلحہ کہ اسلام کی تائید وحمایت میں بھی استعمال ہو سکتے ہیں، مخالفت میں بھی، یا ٹیلیفون، تار، موٹر، ہوائی جہاز، ہر قسم کے جائز وناجائز،

---

18 مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مینارۂ نور خصوصی سپلیمنٹ روزنامہ منصف ۲۷، جنوری ۲۰۱۷ء، ص: ۵

عبادت و معصیت میں استعمال ہو سکتے ہیں، ان کی ایجاد، صنعت، تجارت جائز کاموں کی نیت سے جائز ہے، اور جائز کاموں میں ان کا استعمال بھی جائز ہے، حرام اور معصیت کی نیت سے بنایا جائے یا اس میں استعمال کیا جائے تو حرام ہے۔[19]

انٹرنیٹ کا شرعی حکم معلوم کرنے کے لئے اسی پس منظر میں غور کرنا چاہیے؛ کیوں کہ ''انٹرنیٹ'' کو جائز و ناجائز دونوں کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے، نیز اس کے عین میں کوئی قباحت نہیں ہے؛ کیوں کہ اس کی ایجاد کا مقصد صرف مواصلاتی نظام کو مستحکم کرنا اور اس کے دائرہ کو وسیع کرنا ہے؛ لہٰذا جب اس کے عین میں کوئی قباحت نہیں ہے؛ بلکہ خارجی استعمال سے اس میں قباحت پائی جاتی ہے تو اس کا استعمال خارجی معصیت کے ارتکاب کے بغیر جائز ہے، فقہی ضابطہ ہے: ''الأصل في الأشياء الإباحة۔''[20] اشیاء میں اصل اباحت ہے۔اسی طرح یہ ضابطہ بھی ہے: ''الأمور بمقاصدها۔''[21] سارے امور کا حکم ان کے مقاصد کے اعتبار سے ہوتا ہے۔علامہ ابن نجیم مصریؒ (متوفی: ۹۷۰ھ) نے ''الأمور بمقاصدہا'' کے تحت بہت سی ایسی فروعات کا ذکر فرمایا ہے، جن کا حکم نیت و قصد کے بدل جانے سے بدل جاتا ہے، یعنی نیت اچھی ہو تو وہ جائز ہو جاتی ہے اور اگر نیت خراب ہو تو وہ ناجائز ہو جاتی ہے، مثلاً: شیرہ کو اس شخص کے ہاتھ فروخت کرنا، جو اس سے شراب بنائے گا، اگر اس (فروختگی) سے (محض) تجارت مقصود ہے تو حرام نہیں ہوگا اور اگر شراب بنانے کے لیے (بیچنے کا) ارادہ ہے تو حرام ہے۔[22]

علامہ شامیؒ (متوفی: ۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

> إن آلة اللهو ليست محرمة لعينها بل لقصد اللهو منها ۔۔۔ ألا ترى أن ضرب تلك الآلة بعينها حل تارة وحرم أخرى باختلاف النية بسماعها والأمور بمقاصدها۔[23]
>
> آلاتِ لہو و لعب بذاتِ خود حرام نہیں؛ بلکہ ان سے لہو و لعب کا ارادہ کرے تو حرام ہے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ بعینہ اسی آلہ کا استعمال نیتوں کے فرق سے کبھی حلال ہوتا ہے اور کبھی حرام؛ کیوں کہ امور میں اعتبار مقاصد کا ہے۔

مولانا یوسف لدھیانوی (متوفی: ۱۴۲۱ھ) ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

> ''کمپیوٹر جدید دور کی ایسی ٹکنالوجی ہے، جس سے مفید اور مضر دونوں کام لیے جاسکتے ہیں؛ اس لیے اس کو استعمال کرنے کی اجازت ہے۔البتہ اس میں کوشش کی جاتی ہے کہ جو اس کے بڑے پہلو اور غلط اثرات ہیں، اس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا جائے۔اس شعبہ سے منسلک رہنے اور کام کرنے میں کوئی قباحت نہیں؛ بلکہ

---

19 مفتی محمد شفیع، آلات جدیدہ کے شرعی احکام، ترتیب جدید و حواشی: مولانا شاہد حسین قاسمی، مکتبہ سیرت النبی دیوبند، س ن، ص: ۱۶

20 علامہ ابن نجیم مصریؒ، (م ۹۷۰ھ)، الاشباہ مع شرح الحموی: مکتبہ فیصل دیوبند، ۲۰۱۶ء، ۱؍۲۰۹

21 حوالۂ سابق، ۱؍۱۰۲،

22 الاشباہ مع شرح الحموی: ۱؍۱۰۲-۱۰۳

23 ابن عابدین شامیؒ، متوفی: ۱۲۵۲ھ، فتاوی شامی، تحقیق و تعلیق: عادل احمد عبدالموجود، علی محمد معوض، زکریا بکڈپو، دیوبند، ۱۴۱۷ھ، ۹؍۵۰۵

کوشش کرنی چاہیے کہ اس شعبہ، خاص کر انٹرنیٹ میں زیادہ سے زیادہ اسلام سے متعلق کام کیا جائے اور اس کو کافروں کے لیے آزاد نہ چھوڑا جائے۔"[24]

مفتی جعفر رحمانی لکھتے ہیں:

"اگر انٹرنیٹ کا استعمال پہلے (اشاعت اسلام وغیرہ) مقصد کے لیے ہے تو اس کا استعمال جائز ہے اور اگر دوسرے مقصد (بداخلاقی کی تعلیم وغیرہ) کے لیے ہے تو اس کا استعمال ناجائز اور حرام ہے۔"[25]

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کا فیصلہ

اسلامک فقہ اکیڈمی کے بارہویں سیمینار میں "انٹرنیٹ" سے متعلق اکیڈمی کا حتمی فیصلہ درج ذیل ہے: "انٹرنیٹ کا استعمال ایک شرعی، دینی، دعوتی، اجتماعی فلاح کے ذریعہ اور وسیلہ کی حیثیت سے جائز اور بعض دفعہ ضروری ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ عرض اور پیش کش کے طریقے میں منکرات اور محرمات شرعیہ سے بچا جائے۔"[26]

ادارۃ المباحث الفقہیہ کا فیصلہ

ادارۃ المباحث الفقہیہ" جمعیۃ علماء ہند کے آٹھویں فقہی اجتماع، منعقدہ: ۱۷،۱۸،۱۹ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ، مطابق ۲۷،۲۸،۲۹ اپریل ۲۰۰۵ء میں انٹرنیٹ سے متعلق تمام شرکاء سمینار کی آراء کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کیا گیا: یہ فقہی اجتماع انٹرنیٹ کے جائز حدود میں استعمال کو جائز قرار دیتا ہے اور اس کے ناجائز استعمال کو ناجائز اور حرام قرار دیتا ہے۔[27] الغرض! مذکورہ فقہی عبارات، فتاویٰ اور علماء کی آراء سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں: الف: وہ آلات جس میں فی نفسہ کوئی قباحت نہ ہو؛ بلکہ خارجی استعمال سے اس میں قباحت آئی ہو تو ایسے آلات وذرائع کا حکم یہ ہے کہ اگر اچھے مقاصد کے لیے ان کو استعمال کیا جائے تو ان کا استعمال جائز، اور بُرے مقاصد میں ان کا استعمال ناجائز ہوگا۔ ب: موجودہ دور میں انٹرنیٹ وہ جدید ذریعہ وآلہ ہے، جس کی ذات میں کوئی قباحت نہیں؛ اس لیے کہ اس کی ایجاد کا مقصد مواصلاتی نظام کو مستحکم کرنا ہے، نیز یہ ایسا آلہ وذریعہ ہے، جس کو جائز وناجائز دونوں مقاصد میں استعمال کیا جاتا ہے؛ لہٰذا اس کا استعمال جائز کاموں میں جائز اور گناہ ومعصیت میں اس کا استعمال ناجائز ہے۔ ج: جائز مقاصد میں بھی استعمال کرتے وقت منکرات ومحرمات شرعیہ سے بچنا ضروری ہے۔ آج کل "ٹی وی" کا استعمال بھی انٹرنیٹ کی طرح دونوں مقاصد کے لیے ہورہا ہے؛ لہٰذا اس کا حکم بھی "انٹرنیٹ" ہی کی طرح ہوگا اور یہی حکم فیس بک، واٹس ایپ وغیرہ کا بھی ہے۔ انٹرنیٹ: وہ جدید ذریعہ ہے، جس کی ذات میں کوئی قباحت نہیں ہے؛ اس لیے کہ اس کو صرف مواصلاتی نظام کے لیے بنایا گیا ہے اور اس کا استعمال جائز وناجائز دونوں کاموں میں ہوتا ہے، اس کا استعمال جائز کاموں میں جائز اور خلافِ شرع کاموں میں ناجائز ہے، اور جائز مقاصد میں بھی استعمال کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس کو منکرات ومحرماتِ شرعیہ سے بچایا جائے۔

---

24 مولانا یوسف لدھیانویؒ، متوفی: ۱۴۲۱ھ، آپ کے مسائل اور ان کا حل، ترتیب وتخریج: مولانا سعید احمد جلالپوری، مکتبہ لدھیانوی، کراچی، اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن، مئی ۲۰۱۱ء، ۸،۷،۴۳-۴۳۶

25 مفتی محمد جعفر رحمانی، المسائل المھمۃ، تحقیق وتخریج: طلبہ افتاء، جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹرا، ۱۴۳۴ھ، ۱،۱۷۹

26 انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ، ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی، جون ۲۰۰۴ء، ص: ۲۹

27 مفتی محمد شعیب اللہ خان مفتاحی، نفائس الفقہ، فیصل انٹرنیشنل، دہلی، ۲۰۰۵، ۴،۲۸۸

ذرائع ابلاغ کی اسلامی اساس کے بنیادی نکات

تقویٰ اور خدا خوفی

نیکی وصالحیت کے لیے آمادہ کرنے والی مہتم بالشان چیز تقویٰ یا خوفِ خدا ہے۔ یہ خوفِ خدا زبردست ضابطے و حکمراں (controller) کی حیثیت رکھتا ہے۔ معاشرے کی کوئی روایت، حکومت کا کوئی ضابطہ اور پولیس کا کوئی ڈنڈا آبادی میں، روشنی میں، چوراہوں اور شاہراہوں پر تو کام آتا ہے، لیکن آبادی سے دُور کسی صحرا اور کسی ویرانے میں، بند کمرے میں، مخصوص چہار دیواری کے اندر یارات کی مہیب و پُر خطر تاریکی میں صرف اور صرف تقویٰ کا قانون کام کرتا ہے۔ اگر انسان کے قلب وضمیر پر اس خدائی قانون کی حکمرانی ہو جائے تو انسان راست رو، اعتدال پسند اور ہر معاملۂ زندگی میں اپنے خالقِ حقیقی کی مرضی کا تابع بن جاتا ہے، اور افراد اور معاشرہ جو اس قانون کی عظمت کا علم بردار بن جاتا ہے وہ اللہ کی نظر میں صحیح معنوں میں مکرم ومعزز ہو جاتا ہے۔[28] اس قانونِ الٰہی سے متعلق ربانی ہدایات جابجا قرآنِ کریم میں موجود ہیں۔[29] یہ تقویٰ انسان کو اخلاقی قدروں کا پاسباں، محبت وبشر دوستی کا محافظ اور عدل وقسط کا پیامی بنا کر گویا اس فانی زندگی میں بھی متاعِ بے بہا ثابت ہوتا ہے اور آخرت کی لازوال مسرتوں کے حصول میں اس قانونِ الٰہی کے لاثانی توشۂ راہ ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ سورۂ حشر میں خوفِ خدا کے اسی قانون کے اختیار کرنے کی تلقین کی جاتی ہے: ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ''[30] ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو اس بات کے لیے فکر مند ہونا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔'' ایک جگہ تقویٰ کی فضیلت بایں طور بیان کی جاتی ہے کہ انسان کا کوئی بھی نیک عمل اللہ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے ہم کنار نہیں ہوتا جب تک تقویٰ کے قانون پر عمل پیرا ہوتے ہوئے نہ کیا جائے۔ بڑی سے بڑی قربانی اور عظیم سے عظیم تر عمل قبولیت سے محروم رہتا ہے، دل کی دنیا پر اگر خوفِ خدا کی حکمرانی نہ ہو۔ فرمایا جاتا ہے: لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ''[31] ''(جانوروں) کے گوشت اللہ تک ہر گز نہیں پہنچتے ہیں اور نہ ان کا خون ہی، مگر اس کی بارگاہ میں تمھارا تقویٰ پہنچتا ہے۔'' دنیا کا ہر آدمی آخرت کا مسافر ہے۔ مسافر راستے کو منزل نہیں قرار دیتا بلکہ اس کی نگاہ منزل پر رہتی ہے۔ سفر بھی اچھی طرح گزر جائے اور منزل کی یافت بھی آسان تر ہو جائے، اس کے لیے تقویٰ ہی دراصل توشۂ راہ ہے۔ اور صحیح معنوں میں یہ تقویٰ اس فانی زندگی کی سعادتوں سے بھی ایک شخص کو مالا مال کرتا ہے اور اس زندگی کے بعد کی ابدی زندگی کے لیے بھی نویدِ مسرت ثابت ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید کی اس سلسلے میں جامع تعلیم ہے: وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ اتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ''[32] ''اور زادِ راہ ساتھ لے لو اور سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے۔ پس اے ہوش مندو! میری نافرمانی سے پرہیز کرو۔'' اس خوف وخشیتِ الٰہی کی بنیاد پر ایک فرد اور معاشرے کی زندگی میں جن اخلاقِ فاضلہ کی نشو ونما ہوتی ہے، اس کی بنا پر رب العالمین کی جانب سے اس کے معزز ہونے کا اعلان ہوتا ہے: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ

---

28 الحجرات ۴۹:۱۳

29 ملاحظہ کیجیے: البقرہ ۲:۱۹۴، ۱۹۶، ۲۰۳، آلِ عمران ۳:۱۰۲، المائدہ ۵:۲، ۴، ۷، ۳۵، ۵۷، الانفال ۸:۱، التوبہ ۹:۱۱۹، الاحزاب ۳۳:۷۰، الحدید ۵۷:۲۸

30 الحشر ۵۹:۱۸

31 الحج ۲۲:۳۷

32 البقرہ ۲:۱۹۷

اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ "[33] "در حقیقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمھارے اندر سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہے۔"

راست بازی اور عدل وانصاف

صدق اور عدل، تقویٰ کے نمایاں ترین مظاہر میں سے ہیں۔ قرآنِ مجید میں کہیں سچائی کا طریقہ اختیار کرنے والوں کو متقین سے تعبیر کیا جاتا ہے[34]، تو کہیں عدل وانصاف کے طریقے کو تقویٰ سے قریب تر بتایا جاتا ہے۔[35] صدق وعدل ذرائع ابلاغ کا حسین زیور ہیں۔ میڈیا اگر ان اوصاف سے عاری ہو جائے اور اس کے بجائے پروپیگنڈا، جھوٹ، فریب، ناانصافی، دھوکا اور تعصب کے دلدل میں پھنس جائے تو اپنی وقعت کھو بیٹھتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ان عیوب ونقائص کے ساتھ عصرِ حاضر میں بے پناہ قوت واثر کا حامل میڈیا اپنے ہی ہاتھوں اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتا ہے اور عوام وخواص کی نگاہوں میں مشکوک ومشتبہ ہی نہیں بلکہ مذموم بن جاتا ہے۔ صحت مند اور کامیاب میڈیا کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت مہمیز کا کام کرتی ہے اور ذرائع ابلاغ کے ذمہ داروں کو فکر وعمل کی دعوت دیتی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے اللہ رب العزت کا ارشاد جس میں صدق وعدل کی دونوں خصوصیات اصلاحِ اعمال اور عفو تقصیرات کی ضمانت کے طور پر جلوہ گر ہیں: "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا○ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا○ "[36] "اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کیا کرو۔ اللہ تمھارے اعمال سنوار دے گا اور تمھارے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔" حضرت شاہ عبد القادرؒ کے ترجمے کے مطابق سیدھی سچی اور پختہ بات کے عادی ہونے پر اصلاح اعمال کا جو وعدہ ہے وہ صرف آخرت کی زندگی کے نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ اس عارضی اور غیر مستقل زندگی کے نقطۂ نظر سے بھی ہے۔ گویا دینی اور دنیوی دونوں قسم کے اعمال کی درستی کا وعدہ اللہ رب العزت کی طرف سے ہے۔ لہٰذا جو شخص قولِ سدید کا عادی ہو جائے، یعنی کبھی جھوٹ نہ بولے، سوچ سمجھ کر کلام کرے، کسی کو فریب نہ دے، اس کے اعمال آخرت میں بھی درست ہو جائیں گے اور دنیا کے کام بھی بن جائیں گے۔[37]

جواب دہی کا احساس اور فکرِ آخرت

کوئی فرد، معاشرہ، تنظیم اور حکومت جب ذمہ دار اور جواب دہ ہو تو اس سے حُسنِ عمل اور اچھی کارکردگی کی توقع ہوتی ہے۔ یوں بھی اس کی تعبیر کی جاتی ہے کہ جو شخص یا معاشرہ جتنا ذمہ دار اور جواب دہ ہوتا ہے اتنا ہی اس کی جانب سے خیر کی توقع ہوتی ہے۔ وہ ہر قدم پھونک پھونک کر رکھتا ہے اور خدمت انسانیت میں وہ پیش پیش ہوتا ہے۔ موت کے بعد کی زندگی سے متعلق عقیدہ کم وبیش ہر مذہب میں پایا جاتا ہے۔ یہ عقیدہ جتنا صاف اور شفاف اور واضح ومبرہن ہو، عملی زندگی میں اس کے مظاہر اسی کے لحاظ سے اعلیٰ وارفع ہوتے ہیں۔ قرآنِ مجید کی تعلیمات اس سلسلے میں یہ ہیں کہ یہ دنیا ومافیہا فانی ہے جیسے ارشاد ربانی ہے: "اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ "[38] بے شک جو لوگ ایمان لائے

---

33 الحجرات ۴۹:۱۳

34 البقرہ ۲:۱۷۷

35 المائدہ ۵:۸

36 الاحزاب ۳۳:۷۰-۷۱

37 مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، جلد ۷، ص ۲۴۲

38 الکہف ۱۸:۸

اور نیک کام کیے ان کے لیے نعمت کے باغ ہیں۔اسی طرح کا بیان سورۃ الرحمن میں بھی ہے۔[39] یہاں کی صعوبتیں وقتی اور راحتیں زوال پذیر ہیں۔ انسان پوری کائنات میں اشرف و اکرم ہے اور اس کی تخلیق اس لیے ہوئی ہے کہ وہ اس تغیر آشنا اور زوال پذیر زندگی میں آزمایا جائے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:"وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ""اور جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا منہ موڑلیتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں گویا اس کے دونوں کان بہرے ہیں، سواسے دردناک عذاب کی خوشخبری دے۔"اسی طرح کا مضمون سورۃ الملک میں بھی ہے۔[40] گویا دنیا کی اس زندگی کو امتحان گاہ کی حیثیت حاصل ہے جس کا نتیجہ اس چندروزہ زندگی کے بعد ملے گا، قرآن کریم میں ارشاد ہے:"جس کے اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا وہ من پسند عیش میں ہوگا اور جس کے اعمال کا پلڑا ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔"[41] اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہے-"نیکی و بدی ذرہ برابر بھی چھپ نہ سکے گی اور ہر ایک اس کے مطابق اجر و ثواب یا عتاب و عذاب پائے گا۔"[42] جب میڈیا کے ذمہ داروں میں اس زندگی کے بعد کی زندگی کا یقین تازہ اور عقیدہ مستحکم ہو جائے تو وہ اپنی ذمہ داریوں کے لحاظ سے حساس ہوں گے، بُرائیوں سے مجتنب ہوں گے اور اچھائیوں کے فروغ کی کوشش کے ذریعے خدمت انسانیت کا حق ادا کریں گے، کیوں کہ خدائے بزرگ و برتر کے سامنے جواب دہی کا احساس کسی کو بھی اعمالِ صالحہ کی انجام دہی میں متحرک و فعال بنائے رکھتا ہے۔اگر وسائل ترسیل اور ذرائع ابلاغ کے ذمہ داران اس جہت سے اپنے آپ کو تیار کرلیں اور اس دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی ابدی اور لازوال مسرتوں کے طلب گار بن کر لائحہ عمل طے کریں تو یقینی طور پر خوش گوار تبدیلیاں وقوع پذیر ہوں گی۔

موت کے بعد کی زندگی کا احساس اور خوفِ خدا، یہ بنیادی اوصاف ہیں جن کا حامل ایک فرد ذمہ دارانہ زندگی گزارتا ہے۔اس دنیا کو وہ امتحان گاہ اور آخرت کی کھیتی سے تعبیر کرتا ہے اور اس کے لیے کوشاں و سرگرم عمل رہتا ہے، تاکہ عالم نتیجہ گاہ میں اپنے آپ کو سرخ رُو اور سعادت مند بنائے۔ اسی طرح خوفِ خدا کی بنیاد پر اس کے اندر ان اخلاقِ حسنہ کو جِلا ملتی ہے جن کی بنا پر وہ بہت محتاط ہو جاتا ہے اور ہر شعبۂ عمل میں خدا کی مرضی کا علم بردار بن کر اپنی مصروفیات و مشغولیات کا رُخ متعین کرتا ہے۔اس لیے کہ اسی بیش قیمت سرمایے کی بناپر خالقِ حقیقی کی طرف سے معزز اور موقر ہونے کی بنا پر سند اعزاز بھی عطا کی جاتی ہے۔یقیناً یہ دونوں قرآنی تعلیمات میڈیا یا ذرائع ابلاغ کو انسانیت کے لیے بامقصد اور مفید مطلب بنانے میں سرگرم کردار ادا کرتی ہیں۔ان خصوصیات کو توشۂ راہ بنا کر میڈیا اگر رختِ سفر باندھے اور دنیا کی منڈی میں آئے تو ایک طرف بلاشک و شبہ عوام و خواص اور علما و جہلا سب کی جانب سے راست رو، ایمان دار، بے باک اور شفافیت سے پُر ہونے کی سند حاصل ہوگی، اور دوسری طرف بے لاگ تبصروں اور خبر رسانی کے یہ ذرائع ان کے ذمہ داروں کو خالق حقیقی کی نگاہ میں بھی محترم اور باعزت بنادیتے ہیں۔

قیاس وگمان کے بجائے حقائق

قیاس وگمان اور شک و شبہے پر مبنی بات بھی بے وزن ہوتی ہے اور بالعموم اس قسم کی باتیں کرنے والے افراد یا وسائل اطلاع و ترسیل کو صحت مند فکر کا حامل قرار نہیں دیا جاتا۔عوام و خواص بھی ایسے ذرائع و وسائل یا ایسے اشخاص و جماعتوں سے بدظن ہوتے ہیں۔اس لیے کہ یہ چیزیں حقائق سے اغماض برتنے کی راہ ہموار کرتی ہیں اور افواہوں کو پروان چڑھاتی ہیں جن کے بسا اوقات سنگین نتائج تصادم اور جنگ و جدال کی شکل میں سامنے آتے

39 الرحمٰن ۵۵:۲۶

40 الکہف ۱۸:۷، الملک ۶۷:۲

41 القارعۃ ۱۰۱:۶-۹

42 الزلزال ۹۹:۷-۸

ہیں اور امن وآشتی کے ماحول کو مکدر کر دیتے ہیں۔اس شکل میں میڈیا جس سطح کا ہو،اسی سطح کے مفاسد کو پنپنے کا موقع ملتا ہے۔قرآنِ مجید کی تعلیم یہ ہے کہ بعض قیاس وگمان اور ظن وتخمین کا سرا گناہوں سے مل جاتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۝''[43] اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔ بایں طور ذرائع ابلاغ میں قیاس وگمان صرف یہی نہیں کہ صداقت کے لحاظ سے کسی چیز یا اطلاع کو مشکوک ومشتبہ بنا دیتے ہیں بلکہ یہ ارتکاب گناہ ہوتا ہے۔قیاس وگمان اور شک وشبہے سے بالا ہو کر حقائق کو شُستہ اور شگفتہ انداز میں منظر عام پر لانا دراصل امانت کا تقاضا ہے۔اس کے برخلاف شکوک وشبہات کے سہارے کوئی بات کہنا بڑی خیانت ہے اور تلخ نتیجے کے طور پر بسا اوقات ندامت وشرمندگی اُٹھانی پڑتی ہے۔قرآنِ مجید کی یہ آیت میڈیا کو شفافیت سے ہم کنار کرنے اور بامقصد بنانے کے لیے نسخۂ شافی کے طور پر ملاحظہ کی جائے:''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۝''[44] اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔

حقائق کو مسخ کرنے اور لغویات کی نفی

عام طور پر ذرائع ابلاغ کا یہ منفی پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ واقعات کو من وعن بیان کرنے کے بجائے حذف واضافہ اور قطع وبُرید کے ذریعے خبروں کو مسخ کر دیا جاتا ہے۔کبھی کسی کی تعریف اس حد تک کی جاتی ہے کہ آسمان وزمین کے قلابے ملا دیے جاتے ہیں اور کبھی کسی کی تحقیر وتذلیل پر ذہن آمادہ ہوتا ہے تو اسے ذلت وپستی کے قعر عمیق میں گرا دیا جاتا ہے۔حقائق اور واقعات کو دل نشیں پیرایۂ بیان میں بیان کرنا قابل ستایش ہے لیکن نمک مرچ لگا کر، تصنع اور تکلف کے لبادے میں ملمع کاری کرنا اور تفریح طبع کا سامان اس طور پر پیش کرنا کہ حقائق وواقعات سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو، محض نیک نامی، شہرت اور بازار میں اپنی قیمت منوانے کا سطحی ذریعہ تو بن سکتا ہے لیکن میڈیا کے نام پر یہ جذبات کلنک کا ٹیکہ ہیں۔قرآنِ مجید نے اس عمل کو 'لہوالحدیث' سے موسوم کیا ہے جس کی تعبیر کلام دل فریب یا کلام لغو سے بھی کی جاتی ہے۔ایسے کلام دلفریب دراصل ضلالت وگمراہی کا باعث بنتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اس عملِ بد کا انجام بھی اہانت آمیز عذاب کی شکل میں ہوتا ہے۔قرآنِ مجید کی یہ ہدایت میڈیا اور ان کے ذمہ داروں سے متعلق ایک زبردست تنبیہ ہے جس کے اندر وعظ ونصیحت کا سامان بھی موجود ہے:وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ڰ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۝''[45] اور انسانوں ہی میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کلام دل فریب خرید کر لاتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے علم کے بغیر بھٹکا دے اور اس راستے کی دعوت کو مذاق میں اُڑا دے۔ایسے لوگوں کے لیے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔مفتی محمد شفیعؒ کے مطابق آیت کریمہ کا شانِ نزول نضر بن حارث کا وہ نامبارک عمل ہے جو تجارت کی غرض سے فارس کا سفر کیا کرتا تھا اور شاہانِ عجم وغیرہ کے تاریخی قصے خرید کر لاتا، اور قوم عاد وثمود وغیرہ کے قرآنی قصوں کے بالمقابل رستم، اسفندیار اور

---

43 الحجرات۴۹:۶

44 الحجرات۴۹:۶

45 لقمان۳۱:۶

دوسرے شاہانِ فارس کے قصے محض اس لیے سناتا کہ مشرکین اور کمزور ایمان والے لوگ قرآنِ مجید سے بدک جائیں، اور شاہراہِ ہدایت کے بجائے ضلالت و گمراہی کو اپنا شیوہ بنالیں۔[46]

اس سلسلے میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کی وضاحت مفید مطلب ہے:

> ''لہو ولعب اور تفریح و تمتع کے ساز وسامان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق کھیل، مقابلوں اور مظاہروں سے بڑھی ہوئی دل چسپی اور محویت و انہاک سے ہے۔ دوسری قسم لطف و تفریح کی گفتگو ہے جس میں پڑکر لوگ فرائض و واجبات اور ذکر اللہ سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اس میں کہانی قصے اور فحش روایات آتی ہیں۔ یہاں پر اس آیت میں لہو ولعب اور کہانی و قصے دونوں کو یک جا کر دیا گیا ہے اور اس کو 'لہوالحدیث' سے تعبیر فرمایا ہے''۔[47]

اگرچہ اس آیت کریمہ کے نزول کا پس منظر ایک خاص واقعہ ہے، تاہم قرآنِ مجید کتابِ ہدایت ہے اور قیامت تک پوری انسانیت کے لیے اپنی اصل افادیت کے ساتھ یہ نوشتۂ ہدایت بصیرت و روشنی کا سامان کرتا رہے گا۔ کسی فرد یا گروہ کے سلسلے میں قرآنِ مجید کی تنقید یا تعریف کا یہ مقصد قطعاً نہیں ہوتا کہ کسی فرد یا گروہ کو ذلت و پستی کے قعر میں گرادیا جائے یا کسی کو خراجِ تحسین پیش کر دیا جائے، بلکہ اس کا مقصد درس و عبرت ہوتا ہے۔ آج کے زمانے میں قرآنِ مجید اسی زور واثر اور اسی شیرینی و سحر انگیزی کے ساتھ انسانی معاشرے سے مخاطب ہے جس طرح آج سے چودہ سو سال قبل مخاطب تھا۔ زیر بحث آیت کریمہ کی معنونیت اس امر میں پنہاں ہے کہ ایک فرد ہو یا معاشرہ یا اطلاعات و نشریات کے ذرائع علم وآگہی کے بغیر اگر باتوں کو نشر کرتے اور سطحی مقاصد کے حصول کے لیے حقائق و شواہد کے بالمقابل خانہ ساز اور خود ساختہ افکار و بیانات کی تشہیر کے ذریعے عوام کی تفریح طبع کا سامان کرتے ہیں، تو گویا یہ ناقابل معافی جرم ہے۔ اس لیے کہ اس طریقۂ عمل سے حق و صداقت کا رُخ زیادہ داغ دار ہوتا ہے بلکہ حقائق پس پردہ چلے جاتے ہیں اور کذب، بطلان، فریب اور جھوٹ معاشرے میں پھیل کر فتنوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

ضابطۂ اخلاق اور گرفت کی ضرورت

راہنمایانِ ملک اور وُوسائے قوم اگر ایسے افراد کو بے لگام چھوڑ دیتے ہیں اور عدلیہ بھی اگر ان کے ان افعالِ رذیلہ سے بے اعتنائی برتتی ہے، تو ملک و قوم میں امن وآشتی، راست روی، حق گوئی اور حقائق سے آگہی کے لیے فضا ہموار نہیں کی جاسکتی اور ملک و قوم کو معنوی ترقیوں سے ہم کنار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے ایسے افراد یا میڈیا بہر حال پُرامن اور خوش حال زندگی کے لیے چیلنج ہیں اور ان سے سخت طریقے سے نمٹنے کی ضرورت ہے۔ مذکورہ آیت سے متعلق عبداللہ یوسف علی کی رائے ہے: ''ان افراد کے ذریعے زندگی کو سنجیدگی سے لیا جانا چاہیے جو ان معاملات و مسائل کا شعور رکھتے ہیں جن سے زندگی متعلق ہے۔ لیکن (معاشرے میں) غیر سنجیدہ اور بے ہودہ ذہنیت کے لوگ بھی ہوتے ہیں جو لغو باتوں اور بے حقیقت قصوں کو صداقت اور حقائق پر ترجیح دیتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو بجا طور پر ملامت زدہ ہیں''۔[48] ذرائع ابلاغ یا وسائل نشریات کی اہمیت عصرِ حاضر میں مسلم حقیقت کے طور پر تسلیم کرلی گئی ہے۔ یہ ذرائع ابلاغ جن افراد، جماعتوں اور حکومتوں کے زیر سایہ پروان چڑھتے ہیں یا ان پر جن لوگوں کی گرفت مضبوط ہوتی ہے دراصل آج کے دور میں باعزت، طاقت ور اور مؤثر وجود کی حیثیت سے ان کی شناخت ہوتی ہے۔ یہ ذرائع

---

46 مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج ۷، ص ۲۰

47 ندر الحفیظ ندوی، مقدمہ: مغربی میڈیا اور اس کے اثرات،

48 Abdullah Yousuf Ali: The Meaning of the Holy Quran, p :1034

جن کی دسترس سے باہر ہیں یا جو کسی وجہ سے ان سے قربت کی شکل پیدا نہیں کر پاتے، دراصل وہ گوشہ گمنامی میں ہوتے ہیں اور کمزور و پس ماندہ افراد و طبقات کی حیثیت سے دنیا کے پردۂ سیمیں پر دیکھے جاتے ہیں۔ میڈیا دو دھاری تلوار کی طرح طاقت رکھتا ہے۔ تلوار کا استعمال شر و فساد کا خاتمہ کرنے کے لیے اور امن و آشتی کی پُر بہار فضا قائم کرنے کے لیے بھی ہوتا ہے اور اس کا استعمال قتل و خون ریزی کے لیے اور فتنہ و فساد کے جذبات کو بھڑکانے کے لیے بھی ہوتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ تلوار کس کے ہاتھ میں ہے۔ آیا یہ تلوار ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہے جو امن و آشتی کا مفہوم نہیں جانتا، جو انسانی قدروں کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھتا اور جو اخلاقی قدروں کی پامالی کو اپنا شیوہ بناتا ہو، یا یہ تلوار ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہے جس کی سرشت میں عدل و انصاف ہو، امن و آشتی کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتا ہو، انسانی اقدار کا پاسباں اور نقیب ہو اور اخلاقیات اس کی ترجیحات میں ہوں۔ کامیاب میڈیا دراصل وہی ہے جس کے اہل حل و عقد میں ایک طرف اس کائنات کے حقیقی مالک کا خوف قلب و ضمیر پر حکمرانی کرتا ہو اور دوسری طرف جو موت کے بعد کی زندگی میں اپنے آقا کے سامنے اعمال کی جواب دہی کا احساس رکھتے ہوں۔ اس کے علاوہ راست گوئی، عدل و انصاف اور تحقیق و تمحیص کی بنیاد پر کہی گئی باتیں ہی دراصل علمی دیانت داری کا مظہر ہیں اور یہی چیزیں علاقہ، قوم، ملک بلکہ پوری دنیا میں انسانی قدروں کی افزایش کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ یہی چیزیں خدمتِ قوم بلکہ خدمتِ انسانیت کا حق ادا کرنے کے لیے قوتِ محرکہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اسلام دشمنی سے اجتناب

میڈیا جہاں ملک و قوم اور افراد و معاشرے کی زندگی کے دوسرے گوشوں میں خیانت کا ارتکاب کرتا ہے، ان میں سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ ایک مخصوص مذہب کے خلاف انھیں استعمال کیا جا رہا ہے۔ اسلام جو عالم گیر بھائی چارگی کا تصور دیتا ہے، تمام معبودانِ باطل سے متنفر کرا کے خدائے واحد کی عبودیت کا تاج سر پر رکھتا ہے، انسان کو اشرف و اکرم کا اعزاز بخشتا ہے، تسخیر کائنات کا پروانہ سونپتا ہے اور ایک انسان کے قتل ناحق کو ساری انسانیت کے قتل ناحق کے مترادف قرار دیتا ہے۔ ایسے آفاقی اور انسانیت نواز مذہب کے رُخِ زیبا کو انتہا پسندی، خوں خواری اور دہشت گردی جیسے الفاظ سے داغ دار کیا جا رہا ہے اور لِيُطْفِؤُوْا نُوْرَ اللهِ بِاَفْوَاهِهِمْ[49] (اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں) کے اعلان کے مطابق پوری دنیا اللہ رب العزت کی اس بیش قیمت نعمت اور انسانیت نوازی کے سب سے بڑے نقیب مذہب کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دینے کے لیے سعی میں مصروف ہے۔ تقویٰ یا خوفِ خدا ہی دراصل وہ ضابطۂ حکمراں اور زبردست قوتِ محرکہ ہے جو افراد و معاشرے کو اور میڈیا کے علم برداروں کو بے لگام ہونے سے بچا سکتا ہے۔ قلب و ضمیر اگر خوفِ خدا کے نشیمن بن جائیں تو ہر جگہ اور ہر وقت انسان اس خدائی قانون کے تابع ہو کر منکرات و سیّات سے گریزاں ہوتا ہے اور خیر و حسنات کا پیامی بن جاتا ہے۔ صدق اور عدل تقویٰ کے عظیم ترین مظاہر ہیں۔ اس سلسلے میں قرآنِ مجید نے 'قولِ سدید' کی جامع اصطلاح استعمال کی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ دروغ گوئی سے اجتناب کیا جائے۔ سوچ سمجھ کر گفتگو کی جائے، فریب دہی سے باز رہا جائے اور دل خراش کلمات سے گریزاں ہوا جائے۔ اسی طرح قیاس و گمان اور شک و شبہے پر مبنی بات ہلاکت انگیزی کا سبب ہے۔ اس کی بنیاد پر میڈیا ماحول اور معاشرے کو مکدر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا اور اپنا اثر و رسوخ کھو دیتا ہے۔ قرآنِ مجید کی یہ درخشاں تعلیم دعوت فکر و عمل دیتی ہے کہ گمان و قیاس کی بنیاد پر کہی ہوئی بات صرف یہی نہیں کہ استناد کی میزان پر پوری نہیں اُترتی، بلکہ یہ گناہ ہے اور بسا اوقات انسان کو اس طریقۂ عمل سے شرمندہ و نادم ہونا پڑتا ہے۔ اسی طرح لگائی بجھائی کرنا، نمک مرچ لگا کر باتیں پیش کرنا، تصنع اور تکلف کا لبادہ پہننا اور اُمور و مسائل پر ملمع کاری کرنا، یہ ساری چیزیں صحت مند میڈیا کے خلافِ شان ہیں۔ قرآن اسے 'لہوالحدیث' سے موسوم کرتا ہے، جس کی تعبیر کلام دل

49　الصف ۶۱:۸

فریب یا لغو اور مہمل بات سے بھی کی جاسکتی ہے۔اس قسم کی باتیں ایک صحت مند معاشرے کو جلا نہیں دیتیں بلکہ ہدایت کی شاہراہ سے پھیر کر گمراہی کے بے شمار دروازے اور راہیں کھول دیتی ہیں۔اسی لیے قرآنِ مجید اس قسم کی باتوں کو معاشرے میں فروغ دینے والوں کے لیے اہانت آمیز عذاب کا اعلامیہ جاری کرتا ہے۔اس امر میں صداقت ہے کہ اگر میڈیا اپنی ذمہ داری کو بحسن خوبی سمجھے، اپنے اعلیٰ وارفع مقصد کو مستحضر رکھے، خدمت انسانیت کو اپنا شعار بنائے اور ملک و قوم کے ماحول کو پُرامن بنانے کے موقف پر مصر ہو، تو یقیناً اس کے اہل حل وعقد قابل ستایش اور لائقِ مبارک باد ہیں۔لیکن میڈیا کے یہ مثبت پہلو اسی وقت بامعنی اور بامقصد ہو سکتے ہیں جب کہ خوفِ خدا کے قانون کو جگہ دی جائے، موت کے بعد کی زندگی اور اس میں محاسبۂ عمل کی یاد کو تازہ رکھا جائے، عدل و صدق کو شیوۂ حیات بنالیا جائے، قیاس و گمان اور شک وشبہے سے اجتناب کرتے ہوئے استناد کو محبوب رکھا جائے، اور حقائق و مسائل کو من وعن دل نشیں پیرایۂ بیان میں واشگاف کر دیا جائے۔

فحاشی کا انکار اور اخلاق حسنہ کی ترویج

ذرائع ابلاغ سے تعلق رکھنے والا ایک فرد اگر اپنے عہدے کا پاس رکھتے ہوئے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اچھے اخلاق کو فروغ دیتا ہے اور شریعتِ مطہرہ کی پاکیزہ تعلیمات کے مطابق ان کی نشر واشاعت کا اہتمام کرتا ہے، اور سماج بھی انہی مثبت عناصر کو قبول کرتا ہے تو اس سے ایک بااخلاق وحیادار معاشرہ وجود میں آسکتا ہے، اس کے برعکس اگر یہی فرد یا صحافی منفی افکار و نظریات کا حامل ہو، اور تعلیماتِ اسلامیہ وہدایاتِ شرعیہ سے ناواقف ہو، خدا ترسی سے اس کا دل عاری وخالی ہو تو یقیناً اس کی صحافت اسلام مخالف ذہنیت، گندی وفحش چیزوں کی اشاعت، مغربی تہذیب کی ترویج اور اہل باطل کی ترجمانی کا وسیلہ وذریعہ بن جاتی ہے، جس کے نتیجہ میں معاشرے میں بے دینی، اسلام بیزاری، بے حیائی اور مغرب کی غلامی جیسے مہلک اور ایمان سوز عناصر جنم لیتے ہیں، جس سے ایک مومن کے عقائد کھوکھلے ہو کر رہ جاتے ہیں، اور اعمال وافعال بگڑ جاتے ہیں، مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: اول تو یہ کہ آج کل اخبار عموماً ان لوگوں کے ہاتھ میں ہیں، جن کو دین ومذہب سے کوئی واقفیت نہیں، اور نہ ہی ہمدردی، اس کے ساتھ ہی مسئلہ پر مجتہدانہ رائے پیش کرنے کو تیار! جس کی وجہ سے لامذہبی اور ہر قسم کی بے دینی اخباروں کی اشاعت کا لازمی نتیجہ بن گیا ہے"۔[50] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحافی ہو یا ذرائع ابلاغ کا کوئی اور ذمہ دار فرد، سب کے لئے ہدایاتِ شرعیہ وتعلیماتِ اسلامیہ سے واقف ہونا نہایت ناگزیر اور ضروری ہے۔

فرضِ منصبی کی ادائیگی

اسلام میں حقوق کی ادائیگی کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، صحافت وابلاغ ایک منصب ہے، اس کے بھی حقوق ہیں، ان شعبوں سے تعلق رکھنے والے فرد کے لئے ضروری ہے کہ اس کے حقوق ادا کرے اور اپنے فرضِ منصبی کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے؛ کیوں کہ صحافی کی شخصیت قابل اعتماد ہوتی ہے، عوام کا اس پر بھروسہ ہوتا ہے کہ وہ صحیح اور سچی خبروں ہی کی اشاعت کرتا ہے، جو اس کا فرض منصبی ہے، اگر اس میں کوتاہی کرتے ہوئے خبروں کو مسخ کر کے یا بلا تحقیق ہر صحیح، غلط خبر کو شائع کر دیتا ہے، تو اولاً عوام کے اعتماد کو مجروح کرتا ہے، نیز دنیا میں اس پر مواخذ ہو یا نہ ہو، آخرت میں وہ ضرور اپنی اس ذمہ داری کے بارے میں مسئول ہوگا، چنانچہ شریعتِ مطہرہ نے ذمہ داری کے ادا نہ کرنے پر سخت وعید سنائی ہے۔حضرت معقل بن یسار رسول اللہ ﷺ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں: "ما من أمير يلى أمر المسلمين ثم لا يجهد لهم وينصح إلا لم يدخل معهم

---

[50] مفتی محمد شفیع، جواہر الفقہ، مکتبہ دار العلوم کراچی، پاکستان، ۱۴۳۱ھ، ص: 507-506

الجنة۔"[51]"جس آدمی کو مسلمانوں کے کسی معاملہ کا حاکم (ذمہ دار) بنایا جائے، پھر وہ ان کی خیر خواہی اور بھلائی کے لئے جدوجہد نہ کرے، تو وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔"[52]لہٰذا صحافی، رپورٹر اور اینکر کو چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داری کی ادائیگی میں کوئی کسر نہ چھوڑے۔

صحیح اور سچی خبروں کی اشاعت کا التزام

قارئین ہر خبر کو صحافی کے بھروسہ پر صحیح اور سچی مانتے ہیں، اگر اس کی جانب سے کوئی جھوٹی یا غلط خبر شائع ہو جائے، تو جہاں اس کی صحافت بے اعتمادی سے داغدار ہو گی، اسی طرح وہ جھوٹ اور کذب بیانی کے گناہ کا بھی مرتکب ہوگا، اس لئے صحافی دروغ گوئی سے اجتناب کرے اور سچائی کو اپنا مشن بنائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "عليكم بالصدق فإن الصدق يهدي إلى البر ۔۔۔، وإياكم والكذب فإن الكذب يهدي إلى الفجور"[53]"سچ بولنے کو لازم پکڑو، اس لئے کہ سچ بولنا نیک کاموں کی راہ دکھاتا ہے۔۔۔، اور جھوٹ بولنے سے بچو، اس لئے کہ جھوٹ بولنا بدکاریوں کی راہ دکھاتا ہے۔"[54]

بلا تحقیق خبروں کی اشاعت سے اجتناب

ذرائع ابلاغ کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر خبر کو براڈکاسٹ کرنے سے پہلے اس خبر کی اچھی طرح تحقیق کر لیں کہ آیا وہ واقعۃً صحیح ہے یا غلط، اس لئے کہ بغیر کسی تحقیق کے کسی بھی خبر کو عام کر دینا منافق کی نشانی ہے، ارشادِ ربانی ہے: "وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۭ"[55]"اور جب ان لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اس کو رسول کے اور جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں ان کے حوالے پر رکھتے تو اس کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے۔"[56]نیز حدیثِ پاک میں بھی اس فعلِ مذموم کے مرتکب کو جھوٹا ہونے کے لئے کافی قرار دیا گیا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع"[57]"آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی ہی چیز بہت کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات کو نقل کر دے۔"

فرقہ واریت کا سدِّ باب اور اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی کوشش

ذرائع ابلاغ جس طرح فرقہ واریت کی چنگاری بھڑکا کر قوم و ملت کا شیرازہ بکھیر سکتے ہیں، اسی طرح وہ سماج میں اتحاد و اتفاق کی فضا بھی پیدا کر سکتے ہیں، اس لئے ذرائع ابلاغ کو چاہیے کہ امت کو جوڑنے والی باتوں کو عوام میں پھیلائے ارشادِ ربانی ہے: "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا

---

51 صحیح مسلم: ۱/۱۲۶، حدیث نمبر: ۱۴۲، مولف: مسلم ابن الحجاج القشیری، متوفی: ۲۶۱ ہجری، محقق: محمد فواد عبدالباقی، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت، سن اشاعت: درج نہیں

52 صحیح مسلم مع مختصر شرح و ترجمہ: ۲/۲۵۷، مترجم: مولانا عزیز الرحمن، ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور، سن طباعت: درج نہیں۔

53 ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، متوفی: ۲۷۹ھ، السنن، محقق: محمد فؤاد عبدالباقی، حدیث نمبر: ۱۹۷۱

54 پالنپوری، سعید احمد صاحب، مولانا، تحفۃ الالمعی شرح جامع الترمذی، زمزم پبلشرز، کراچی، ۲۰۱۱ء، ۵/۳۱۴

55 النساء ۴: ۸۳

56 ترجمہ قرآن: از: مولانا اشرف علی تھانویؒ متوفی: ۱۳۶۲ھ، مثل تاج کمپنی لاہور، س ن

57 مسلم بن الحجاج القشیری، (م ۲۶۱ ہجری)، مقدمۃ صحیح مسلم، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، سن ندارد، ۱/۱۰

تَفَرَّقُوْا''[58]''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اس طور پر کہ (تم سب باہم متفق بھی رہو) اور باہم نااتفاقی مت کرو۔'' بلکہ فریقین کے درمیان اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کے لئے اگر کوئی بوقت ضرورت جھوٹ کا سہارا لے تو شریعتِ مطہرہ نے اس کو جھوٹا قرار نہیں دیا ہے، حضرت حمید بن عبدالرحمن اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لم یکذب من نمی بین اثنتین لیصلح۔''[59]''اس شخص نے جھوٹ نہیں بولا جو دو شخصوں کے درمیان مصالحت کرنے کے لئے بات بنائی۔''[60] لہٰذا ذرائع ابلاغ کو چاہیے کہ امت میں نااتفاقیاں اور دوریاں پیدا کرنے والے مضامین کی اشاعت سے اجتناب کرے اور حتی الامکان اتحاد پیدا کرنے کی سعی کرے۔

اہل صحافت کا غیر شرعی مضامین کی اشاعت سے اجتناب

صحافی کا ہر لفظ قارئین پر اثر انداز ہوتا ہے، خدانخواستہ اگر اس کی جانب سے کوئی غیر شرعی مضمون شائع ہو جائے، تو یہ ''تعاون علی الاثم'' کے مترادف ہے، جس کے نتیجہ میں اسلام مخالف نظریات اور باطل افکار کی تشہیر ہوتی ہے اور اس سے شریعت نے منع کیا ہے، قرآن مجید میں خالقِ حقیقی کا ارشاد ہے: ''وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ''[61]''اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔''زبانِ رسالت سے بھی برائی و گمراہی کی طرف دعوت دینے والوں کے لئے سخت وعید وارد ہوئی ہے، حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''من دعا إلى ضلالة كان عليه من الإثم مثل آثام من تبعه لا ينقص ذلك من آثامهم شيئا''[62] ''جو شخص لوگوں کو گمراہی کی طرف بلائے گا، اس شخص پر بھی اس قدر گناہ (اور وبال) ہوگا کہ جس قدر اس کی بات ماننے والوں پر ہوگا، گمراہ کرنے والے کا گناہ عمل کرنے والوں کے گناہ کو کم نہیں کرے گا۔ (یعنی دونوں کو برابر گناہ ملے گا)''[63]

تفریحی مضامین میں اعتدال کی رعایت

شریعت نے احکام میں انسانی نفسیات کو بھی ملحوظ رکھا ہے، لہٰذا ایک لکھنے والے کے لئے تفریحی و مزاحیہ مضامین کو شائع کرنے کی اجازت دی ہے، تاآنکہ ان میں برائی، بے حیائی، جھوٹ اور بد اخلاقی کا عنصر نہ ہو، اور اس کا بہترین اسوہ خود صاحبِ شریعت رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے، حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: ''إنک تداعبنا قال: إنی لا أقول إلا حقا''[64] آپ ہم سے مذاق بھی فرما لیتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! مگر کبھی غلط بات نہیں کہتا۔

خلاصہ بحث: مذکورہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ بالخصوص پاکستان میں ذرائع ابلاغ کے لئے سیرت نبویہ کی روشنی میں ابلاغی اقدار کے قیام اور فروغ کی فوری ضرورت ہے۔ تاکہ ان روشن اقدار کے تناظر میں شخصیت پرستی کی بجائے اجتماعی مسائل منظر عام پر آئیں اور تعلیمات اسلامیہ کی روشنی میں ان پر گفتگو ہو۔ اسی طرح ذاتی نقد سے بالا ہو کر سماجی اصول پیش نظر رہیں اور حقیقت پسندی پر مشتمل صحافت پروان چڑھے۔

---

58 آل عمران: ۱۰۳

59 ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانیؒ، متوفی: ۲۷۵ھ، السنن، محقق: محمد محی الدین عبدالحمید، رقم: ۴۹۲۰

60 سنن ابوداؤد شریف مترجم، مولانا خورشید حسن قاسمی، مکتبۃ العلم لاہور، س ن، ۳:۶۰۲

61 المائدہ: ۲

62 ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانیؒ، متوفی: ۲۷۵ھ، السنن، محقق: محمد محی الدین عبدالحمید، رقم: ۴۶۰۹

63 سنن ابی داؤد مترجم: مولانا خورشید حسن قاسمی، مکتبۃ العلم لاہور، سن ندارد، ۳:۴۹۲

64 ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ، متوفی: ۲۷۹ھ، السنن، محقق: محمد عبدالفواد عبدالباقی، رقم: ۱۹۹۰

کتابیات:

* ابن عابدین شامیؒ، متوفی: ۱۲۵۲ھ، فتاوی شامی، تحقیق و تعلیق: عادل احمد عبدالموجود، علی محمد معوض، زکریابکڈپو، دیوبند، ۱۴۱۷ھ
* ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ، متوفی: ۲۷۹ھ، السنن، محقق: محمد عبدالفواد عبدالباقی، دار القلم، قاہرہ۔ س ن
* ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانیؒ، متوفی: ۲۷۵ھ، السنن، محقق: محمد محی الدین عبدالحمید، دار المعرفہ بیروت۔ ۱۴۱۱ھ
* آلوسی، سید محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، دار الفکر، بیروت۔ ۱۴۲۰ھ
* انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ، ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی، جون ۲۰۰۴ء
* پالنپوری، سعید احمد صاحب، مولانا، تحفۃ الالمعی شرح جامع الترمذی، زمزم پبلشرز، کراچی، ۲۰۱۱ء
* طبری، جعفر ابن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
* علامہ ابن نجیم مصریؒ، (م ۹۷۰ھ)، الاشباہ مع شرح الحموی: مکتبہ فیصل دیوبند، ۲۰۱۶ء
* لیاقت علی نیازی، اسلام کا قانونِ صحافت، بک ٹاک، میاں چیمبرز، لاہور، ۱۹۹۵ء
* مسلم ابن الحجاج القشیری، متوفی: ۲۶۱ ہجری، الجامع الصحیح۔ محقق: محمد فواد عبدالباقی، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۵ھ
* مفتی محمد جعفر رحمانی، المسائل المہمۃ، تحقیق و تخریج: طلبہ افتاء، جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹر، ۱۴۳۴ھ
* مفتی محمد شعیب اللہ خان مفتاحی، نفائس الفقہ، فیصل انٹرنیشنل، دہلی، ۲۰۰۵
* مفتی محمد شفیع، آلات جدیدہ کے شرعی احکام، ترتیب جدید و حواشی: مولانا شاہد حسین قاسمی، مکتبہ سیرت النبی دیوبند، س ن
* مفتی محمد شفیع، جواہر الفقہ، مکتبہ دار العلوم کراچی، پاکستان، ۱۴۳۱ھ
* مولانا اشرف علی تھانویؒ متوفی: ۱۳۶۲ھ، ترجمہ قرآن: مثل تاج کمپنی لاہور، س ن
* مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، بینارۂ نور خصوصی سپلیمنٹ روزنامہ منصف ۲۷، جنوری ۲۰۱۷ء
* مولانا عزیز الرحمن، صحیح مسلم مع مختصر شرح و ترجمہ: ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور، س ن
* مولانا یوسف لدھیانویؒ، متوفی: ۱۴۲۱ھ، آپ کے مسائل اور ان کا حل، ترتیب و تخریج: مولانا سعید احمد جلالپوری، مکتبہ لدھیانوی، کراچی، ۲۰۱۱ء
* یاسین مظہر صدیقی، ڈاکٹر، عہد نبوی کا نظام حکومت، ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، علی گڑھ، ۱۹۹۴ء